مسئلۂ وسیلہ و استشفاع

اور

مسلک علماء دیوبند

از
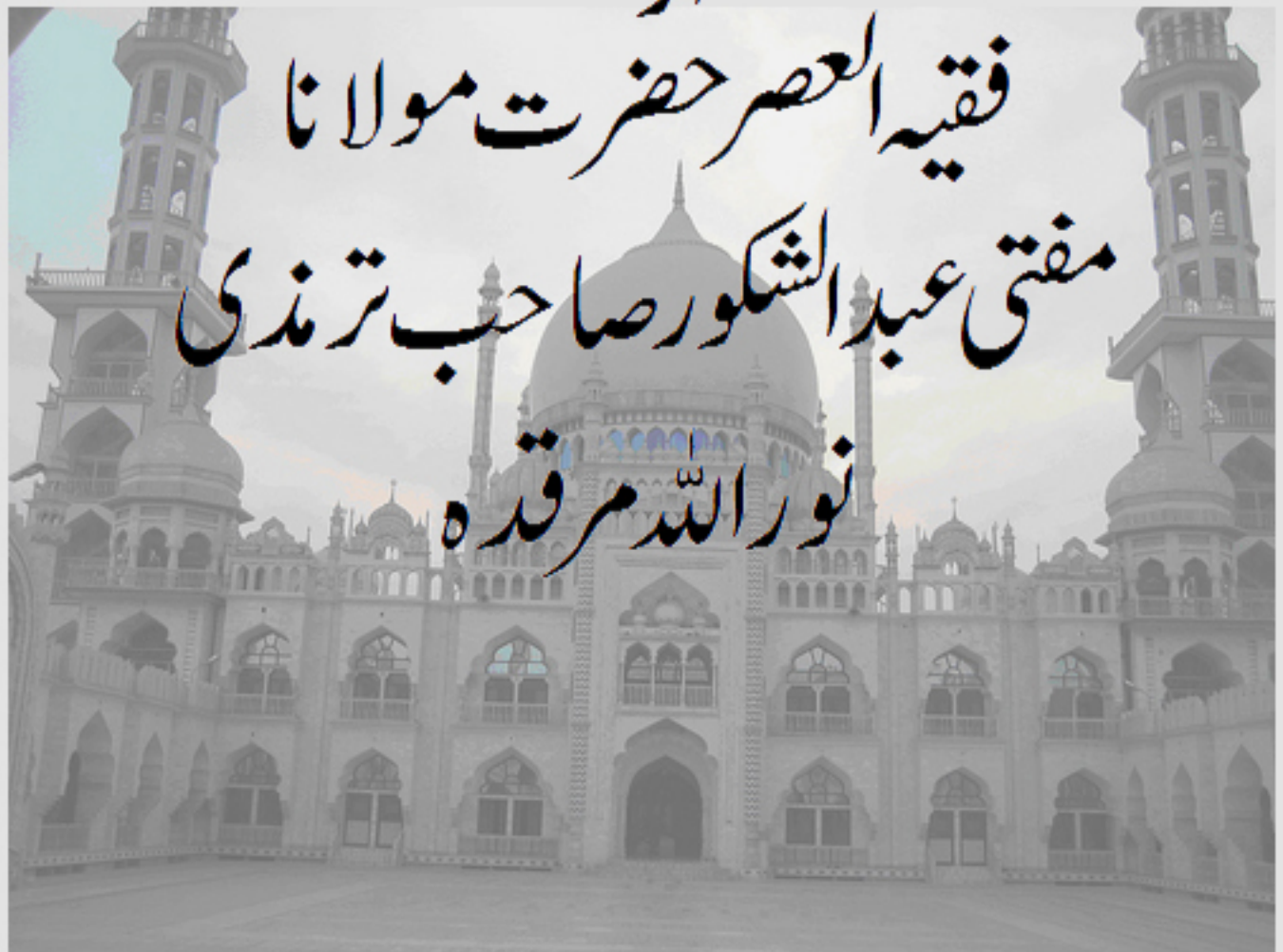
فقیہ العصر مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

ادراك الفضيلة فى الدعاء بالوسيلة

مسئلہ وسیلہ واستشفاع اور مسلک

علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ

حرف اولین

''اسلامی فقہ'' کے زیرعنوان ''روزنامہ جنگ'' راولپنڈی ۵/ اور ۱۹/ مارچ ۱۹۸۰ء کے دوپرچوں میں مولاناحافظ ریاض احمد صاحب اشرفی خطیب بھوسہ منڈی راولپنڈی کا ایک صاحب کے سوال کے جواب میں تفصیلی مضمون نظر سے گزرا۔

فاضل مجیب نے بڑی شرح اور تفصیل کے ساتھ ''مسئلہ وسیلہ اور استشفاع'' کے جواز پر دلائل قائم کیے ہیں اوراس بارہ میں علماء دیوبند کے مسلک کواچھی طرح واضح کیاہے اس مضمون کی افادیت اورنافعیت کے پیش نظراس کومستقل رسالہ کی شکل میں شائع کرنے کی ضرورت کومحسوس کیاگیااور بعض احباب کی خواہش ہوئی کہ اس مسئلہ کے بارہ میں مزیدوضاحت کے لیے احقربھی کچھ لکھے اس لیے بطورپیش لفظ کے چندباتیں معروض خدمت ہیں امید ہے کہ اس مسئلہ کے سمجھنے میں احقرکی یہ معروضات معین اور مفید

ثابت ہوں گی، اور ''اکابر علماء دیوبند کا مسلک'' اس مسئلہ کے بارہ میں قرآن وحدیث اور فقہاء احناف کے اقوال کی روشنی میں واضح سے واضح تر ہوجائے گا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمہور اہل سنت کا مسلک

انبیاء علیہم السلام اسی طرح اولیاء رحمہم اللہ سے توسل کرنا اور ان کا دعاؤں میں وسیلہ پکڑنا، یا اپنی حاجت برآری کے لیے دعا کی درخواست کرنا جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک نہ صرف یہ کہ جائز اور مستحسن بلکہ قبولیت دعا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل ہے۔ اکابر دیوبند رحمہم اللہ کا ''مسلک ومشرب'' بھی جمہور اہل سنت کی موافقت میں یہی ہے۔ قرآن وسنت کے دلائل اور فقہاء احناف کے اقوال اس مسلک کی تائید کرتے ہیں لیکن قبل اس کے کہ اس مسلک جمہور پر دلائل پیش کیے جائیں مسئلہ توسل کی حقیقت کے سمجھ لینے اور وسیلہ کی مختلف صورتوں کے ذہن نشین کر لینے کی ضرورت ہے۔

توسل کی حقیقت

ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا ذریعہ بنے وہ انسان کیلیے اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا وسیلہ ہے، اس میں جس طرح ایمان اور عمل صالح داخل ہے اسی طرح انبیاء اور صالحین کی صحبت ومحبت بھی داخل ہے کہ وہ رضاالٰہی کے اسباب میں سے ہے اسی لیے ان کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا یا ان حضرات سے دعا کی درخواست کرنا اسی طرح جائز ہے جس طرح ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ توسل کرنا جائز ہے۔

توسل کے اقسام

متفق علیہ جواز کی صورتیں

توسل کی یہ صورت بالاتفاق جائز ہے کہ ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ سے اللہ تعالی سے دعا کی جائے جیسا کہ قرآن کریم کی آیات : ربنا آمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاھدین۔ وغیرہ کے اشارہ سے ثابت ہورہا ہے، اور صحیحین کی وہ حدیث بھی اس توسل کی دلیل ہے جس میں تین آدمیوں کا ذکر ہے جو کسی پہاڑ کی غار میں پھنس گئے تھے اور انہوں نے اپنے عمل صالح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگی اور اس مصیبت سے رہائی حاصل کی اس وسیلہ کا ذکر مولانا غلام اللہ خان صاحب نے بھی ''جواہر القرآن'' میں کیا ہے ،اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات حمیدہ اور اسماء مبارکہ کے وسیلہ سے دعا کرنا بھی سب کے نزدیک جائز ہے، مثلاً یوں کہا جائے : اللھم انی اسئلك بذاتك وبصفاتك وباسمائك وبعظمتك وبجلالك وبعزتك العظیم۔ خود حضور اکرم ﷺ نے بھی دعا میں یہ بات سکھلائی ہے کہ یوں دعا کیجئے : اللھم ارحمنی بالقرآن العظیم۔ اے اللہ مجھ پر قرآن عظیم کی برکت سے رحم فرما۔

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ ذات پاک کا واسطہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں :

بذات پاک خود کاں اصل ہستیست
از و قائم بلندی ہا و پستی است

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اپنے شجرہ میں فرماتے ہیں :

پاک کن قلب مرا از خیال غیر خویش

بہر ذات خود شفا یم دہ امراض دلی

اور یہ صورت بھی بالاتفاق جائز ہے کہ کسی زندہ بزرگ سے دعا کرائی جائے، مولانا غلام اللہ صاحب نے بھی اس طرح کے وسیلہ کو جائز قرار دیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ :

''اگر کسی زندہ بزرگ سے دعا کرائی جائے یہ بھی ایک قسم کا وسیلہ ہے اور جائز ہے''۔ (جواہر القرآن ص ۶۳۴ جلد دوم)

اختلافی صورتیں

توسل کی بعض صورتوں میں اختلاف اور نزاع کیا جارہا ہے ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ بزرگ اور فاضل شخصیت کے واسطے سے دعا کی جائے اور یوں کہا جائے کہ اے اللہ فلاں کے طفیل میری دعا قبول فرما، اس کا نام توسل فی الدعاء ہے۔ یعنی دعا میں کسی بزرگ شخصیت کو وسیلہ بنانا اور دوسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے شخص سے اپنی حاجت کے لیے دعا کی درخواست کی جائے اس کا نام توسل بالدعاء ہے یعنی دعا کرانے میں کسی شخص کو وسیلہ بنانا، پھر یہ توسل صرف زندہ شخصیت کے ساتھ جائز ہے یا وفات کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے انہی دو صورتوں کے جواز میں بحث و نزاع ہے اور اس وقت توسل کی انہی دو صورتوں کا اثبات مقصود ہے۔

حضرات اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کے نزدیک توسل کی یہ دونوں صورتیں

یعنی کسی بزرگ شخصیت کے واسطہ سے دعاکرنایابزرگ شخصیت سے دعاکی درخواست کرنا جائز ہیں،توسل کی پہلی صورت توحیات اوروفات کی دونوں حالتوں میں علی الاطلاق جائزہے البتہ دوسری صورت یعنی دعاکی درخواست اس حالت میں جائزہے جبکہ وہ شخص جس سے درخواست کی جائے وہ قریب ہواوراگروہ میت ہوتویہ دعاکی درخواست قبرکے پاس سے کی جارہی ہے لیکن یہ آخری شق سماع موتیٰ کے مسئلہ کے مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے اختلافی ہوگی،سماع کے قائل اس کوجائزقراردیتے ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں۔مگرانبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کواختلاف نہیں اس لیے قبورانبیاء علیہم السلام کے پاس درخواست دعااوراستشفاع کے جوازپراتفاق اوراجماع ہے۔

توسل فی الدعاء کی حقیقت

اللہ تعالی کے دربارمیں ارباب فضل وکمال کوبطوروسیلہ پیش کرنے کا دراصل یہ مطلب ہوتاہے کہ ان کے اعمال صالحہ اورکمالات کووسیلہ بنایاجاتاہے، کیونکہ کوئی شخص وسیلہ بننے کے قابل ہی تب ہوتاہے جب کہ وہ اعمال صالحہ کرے توگویاجب کوئی شخص یوں کہے کہ اے اللہ!میں فلاں صاحب کمال کوتیرے دربارمیں وسیلہ پیش کرتاہوں تواس کاوسیلہ بلحاظ کمال کے ہوگاتوبزرگ شخصیت اورارباب فضل وکمال سے وسیلہ پکڑنادرحقیقت ان کے اعمال سے ہی توسل کرناہے۔

حضرت حکیم الامت مولانااشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

(الف) توسل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ! فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ محبت ہے: المرء مع من احب پس آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔ (انفاس عیسٰی ص ۴۱)

(ب) اہل طریق میں مقبولان الٰہی کے توسل سے دعا کرنا بکثرت شائع ہے، حدیث سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ اور شجرہ پڑھنا جو اہل سلسلہ کے یہاں معمول ہے اس کی یہی حقیقت و غرض ہے۔ (التکشف ص ۴۳۶)

(ج) حاصل توسل فی الدعاء کا یہ ہے اے اللہ! فلاں بندہ آپ کا مورد رحمت ہے اور مورد رحمت سے محبت اور اعتقاد رکھنا بھی موجب رحمت ہے اور ہم اس سے محبت اور اعتقاد رکھتے ہیں پس ہم پر رحمت فرما۔ (نشر الطیب)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قبر کے پاس سے توسل اور استمداد کے بارہ میں لکھتے ہیں:

''ونیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب ومکرم درگاہ والا است وگوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت واکرام کردہ اورا برآوردہ گرداں حاجت میرا بندکند آں بندہ مقرب ومکرم را کہ اے بندہ خدا وولی وے شفاعت کن مرو بخواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مرا تا قضاء کند حاجت مرا پس نیست بندہ درمیاں مگر وسیلہ وقادر و معطی و مسؤل پروردگار است تعالیٰ شانہ ودروے ہیچ شائبہ شرک نیست چنانکہ منکرو ہم کردہ وآں چناں است کہ توسل وطلب دعا از حالی و دوستاں خدا در حالت

حیات کندوآں جائزاست بالاتفاق پس آں چرا جائزنباشدوفرقے نیست درارواح کاملاں درحین حیات وبعدازممات مگردرترقی کمال اھ''۔

(فتاویٰ عزیزی ج۲ص۱۸۸)

اوراس استعانت کی صورت اس کے سواکچھ نہیں کہ محتاج اپنی حاجت اللہ تعالیٰ کے مقرب ومکرم بندہ کی روحانیت کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے طلب کرتا ہے کہ اے پروردگار کہ بندہ کی برکت سے کہ تونے اس پراپنی رحمت کرکے اس کو نوازا ہے میری حاجت کوپوراکردے،یایوں صدابلندکرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ بندے اوراللہ تعالیٰ کے ولی میرے حق میں سفارش کراوراللہ تعالیٰ سے میرے مطلوب کے پوراکرنے کی التجاکرتاکہ وہ میری حاجت کوپوراکردے سواس صورت میں بندہ درمیان میں صرف واسطہ ہے قادردینے والااورجس سے سوال کیاگیا ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اوراس صورت میں شرک کاشائبہ تک بھی نہیں پایاجاتاجس طرح منکرکاوہم ہےاوریہ ایسے ہی جیسے اللہ تعالیٰ کے مقرب اورنیک بندوں سے ان کی زندگی میں کوئی توسل کرے اوردعاکی درخواست کرے،اوریہ صورت بالاتفاق جائزہے ،پس ایساتوسل بعدازوفات کیوں جائزنہ ہوگا؟اورکامل لوگوں کی ارواح کازندگی اورموت کے بعدکوئی فرق نہیں بجزاس کے کہ مرنے کے بعدکمال میں مزیدترقی ہوجاتی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیزکی اس تفصیلی عبارت سے واضح ہے کہ استدادوتوسل کی مذکورہ دونوں صورتیں زندہ شخص کی طرح وفات یافتہ شخص کے ساتھ بھی جائزہیں۔

توسل فی الدعاء کا ثبوت

قرآن مجید سے توسل کا ثبوت

وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا (پ ا ع ۱۰)
کے تحت علامہ آلوسی اپنی تفسیر میں ارقام فرماتے ہیں: نزلت فی بنی قریظة والنضیر کانوا یستفتحون علی الاوس والخزرج برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مبعثہ قال لہ ابن عباس وقتادة۔

(تفسیر عثمانی ص ۱۷، روح المعانی ص ۳۲۰ ج ۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے اہل کتاب میں سے بنی قریظہ اور بنی نضیر اپنے فریق مقابل اوس اور خزرج پر فتح طلب کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کیا کرتے تھے اور یوں کہتے تھے: اللھم انا نسئلک بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعثہ فی اٰخر الزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون۔

اے اللہ! ہم سوال کرتے ہیں اس آخرالزماں نبی کے طفیل جس کی بعثت کا تونے ہم سے وعدہ کیا ہے یہ کہ ہمارے دشمن پر آج ہمیں مدد عطا فرما، اور وہ مدد دیے جاتے (یعنی ان کی یہ دعا قبول ہوجاتی اور وہ غالب آجاتے)۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے فوائد میں فرماتے ہیں:

قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے وہ

خدا سے دعا مانگتے کہ ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۷، فوائد قرآن ص ۱۷)

اسی طرح حضرت مولانا حسین علی صاحب کی تفسیر ''بلغۃ الحیران'' میں ہے :

''یعنی اے اہل کتاب پہلے تو تم کہتے تھے کہ رسول خاتم النبیین ﷺ جو کہ آنے والے ہیں ان کے ہمراہ ہو کر جنگ کریں گے، اس رسول کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگتے تھے جیسا کہ وقال تعالیٰ: وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا۔ وہ رسول آخر الزماں آگیا ہے''۔ (ص ۳۸۰)

حدیث شریف سے توسل کا ثبوت

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :

ان رجلاً ضریر البصراتیٰ النبی صلی اللہ علیه وسلم فقال ادعو اللہ ان یعافنی قال ان شئت دعوت وان شئت صبرته فهو خیر لك قال فادعه قال فامره ان یتوضأ فیحسن وضوئه ویدعوا بهٰذا الدعاء اللهم انی اسئلك واتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة انی توجهت بك الی ربی فی حاجتی هٰذی وتقضی لی اللهم فشفعه فی (ترمذی شریف ص ۱۹۷ ج ۲) واللفظ له وقال حسن صحیح غریب۔

ایک نابینا شخص آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے صحت یاب کرے ،آ پ نے

فرمایااگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور یہی تیرے لیے بہتر ہے اس نے کہا حضرت آپ دعا فرمائیں آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا پڑھے اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف تیرے نبی حضرت محمد ﷺ جو نبی الرحمۃ ہیں کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں، حضرت میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں وسیلہ پیش کرتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو جائے، اے اللہ! تو آپ کی شفاعت میرے بارہ میں قبول فرما۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اس حدیث پر تحریر فرماتے ہیں اس سے توسل صراحتاً ثابت ہوا، اور چونکہ آپ کا اس کے لیے دعا فرمانا کہیں منقول نہیں، اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے اسی طرح توسل دعا میں کسی ذات کا بھی جائز ہے۔ (نشر الطیب ص ۲۵۳)

ازالہ شبہ

مولانا غلام اللہ خان صاحب خطیب راولپنڈی نے اپنی تفسیر ''جواہر القرآن'' میں وسیلہ کی احادیث پر جرح کر کے ان کو غیر مستند قرار دینے اور منکرین وسیلہ کی طرف سے حق وکالت ادا کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی ابو جعفر کے بارہ میں بھی ان کی یہی کوشش ہے کہ وہ کذاب وضاع ثابت ہوں چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

''ان حوالوں سے معلوم ہو گیا کہ کہ ائمہ جرح و تعدیل نے ابو جعفر کو کذاب وضاع قرار دیا ہے، لہٰذا حاکم کا اس حدیث کو صحیح کہنا غلط اور اس کے تساہل مشہور سے ناشی ہے''۔ (جواہر القرآن ج ۲ ص ۶۳۵)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس حدیث کی تصحیح میں حاکم متفرد نہیں ہیں بلکہ علامہ ذہبی اور علامہ طبرانی (معجم صغیر ص ۱۰۴) اور امام ابوبکر احمد بن محمد المعروف بابن السنی الدینوری اپنی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' ص ۲۰۲ نے بھی اس راوی کو ابو جعفر الخطمی قرار دے کر اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے ، کیونکہ الخطمی راوی ثقہ ہے امام ابن معین ، امام نسائی ، امام ابن حبان ، طبرانی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس کو ثقہ کہا ہے ۔ (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۵۱)

علامہ خفاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وھو الحدیث مسند صحیح ۔ یہ حدیث مسند صحیح ہے ۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۱۴)

مگر مولانا موصوف نے اس کو غیر خطمی قرار دے کر اور پھر اس کو ائمہ جرح وتعدیل کے حوالوں سے مجروح گردان کر حدیث کو موضوع قرار دینے کی مقدور بھر کوشش کی ہے ، اگر مولانا حدیث کی دوسری کتابوں کی طرف مراجعت نہیں کر سکتے تھے اور امام ترمذی کے من حدیث ابی جعفر وھو غیر الخطمی (ج ۲ ص ۱۹۷) فرمانے سے انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ ابو جعفر غیر الخطمی ہے تو کم سے کم سامنے کی عبارت پر غور کر لیا ہوتا کہ امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح فرما رہے ہیں تو کیا امام ترمذی کسی کذاب ، وضاع کی راوی کی حدیث کو حسن صحیح کا درجہ دے رہے ہیں ؟ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ راوی امام ترمذی کے نزدیک بھی اگرچہ غیر الخطمی ہو مگر وضاع وکذاب نہیں ہے ۔ ترمذی شریف طبع مصر (ج ۲ ص ۲۷۷) میں غیر الخطمی کی جگہ وھو الخطمی کے لفظ ہیں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترمذی کے بعض نسخوں میں کتابت کی غلطی سے غیر کا لفظ زیادہ لکھا گیا ۔ (از

تسکین الصدور(ص۲۳۴) واللہ اعلم

تعجب کی بات یہ ہے کہ مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ایک طرف توسیلہ کی نفی کرتے ہوئے یہ تصریح کی ہے کہ "توسل بالذات بھی ثابت نہیں" (جواہرالقرآن ج۲ص۶۳۵)اوراحادیث وسیلہ کومجروح قرار دینے پر اپنا سارا زور خرچ کردیالیکن "توسل بالذات" کوغیرثابت قرار دینے کے باوجود "جواہرالقرآن" ہی کے (ص۲۳۷) پرلکھ دیاہے "البتہ بحرمت فلاں دعامانگنے میں کوئی کلام نہیں یہ سب کے نزدیک جائز ہے"۔

مولانا کے نزدیک جب توسل بالذات ثابت نہیں ہے اور جوحدیث اس کوثابت کررہی ہے وہ وضاع اور کذاب راوی کی ہے توپھر بحرمت فلاں دعامانگنے میں کوئی کلام کیوں نہیں؟ کیااس میں توسل بالذات نہیں پایاجاتا؟ اوراگرتوسل بالذات اوربحرمت فلاں دعامانگنے میں کوئی فرق ہے تواس کوواضح کرناچاہئے تھا،اوریہ بھی بتلاناچاہئے تھاکہ بحرمت فلاں دعامانگنے کاان کے پاس کیاثبوت ہے؟

اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن حنیف نے حضورﷺ کی وفات کے بعدحضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک دوسرے شخص کو بھی یہی دعا بتلائی تھی اوراس نے اسی طرح دعاکی تھی یہ اس بات کاثبوت ہے کہ وفات کے بعدبھی وسیلہ بناناجائزہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس سے توسل بعدالوفات بھی ثابت ہوااورعلاوہ ثبوت بالروایت

کے درایۃً بھی ثابت ہے چونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے (اور اس رسالہ میں (ج) کے تحت مذکور ہے) وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ (نشر الطیب ص ۳۵۴)

بات بالکل واضح ہے کہ دعا مانگنے والا کسی مقبول ہستی کے ساتھ محبت واعتقاد کی برکت سے رحمت خداوندی کا طالب ہوتا ہے اور اس مقبول کی برکت سے اپنی حاجت برآری چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کی مقبولیت میں زندگی اور وفات دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہیں ہوتا اسی لیے دونوں حالتوں میں توسل جائز ہو گا۔

حضرات اکابر علماء کرام سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

''دعا بایں طور کہ الٰہی بحرمت نبی وولی حاجت مرارا واکن جائز است'' یعنی اس طریقہ سے دعا کرنا کہ اے میرے پروردگار! نبی اور ولی کی حرمت سے میری حاجت پوری کر دے جائز ہے۔ (مائۃ مسائل ص ۲۱)

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

استعانت کے تین معنیٰ ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمت فلاں میرا کام کر دے یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عند القبر ہو یا دوسری جگہ اس میں کسی کو کلام نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

نیز حضرت گنگوہی کا ارشاد ہے کہ شجرہ پڑھنا درست ہے چونکہ اس میں بتوسل اولیاء کے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اس کا کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ

رشیدیہ ص۱۹۸)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہ کاایک شعر ہے ؎

بہر امداد و بنور و حضرت عبدالرحیم

عبد باری عبد ہادی عضد دین مکی ولی

اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہ کے آخری دو شعر یہ ہیں

؎

بآں کو رحمۃ للعالمین است

بدر گاہ شفیع المذنبیں است

بحق سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بحق برتر عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم نے تصوف و سلوک میں ایک رسالہ ''تحفہ ابراہیمیہ'' (فیوضات حسینی) تحریر فرمایا ہے اس کے آخر میں ہشت سلاسل کے شجرات لکھے ہیں ان میں بھی الٰہی بحرمت الخ۔ کے ساتھ صراحتاً توسل کیا گیا ہے۔

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے قول ''کہ مصیبت کے وقت مجھے پکارو'' کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے ''اذکرنی'' اس کا معنیٰ یہ ہے بتوسل میرے دعا مانگا کرو۔ (بلغۃ الحیران ص۳۴۷)

اکابر علماء دیوبند کے متفقہ فتویٰ سے توسل کا ثبوت

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارقام

فرماتے ہیں :

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء اور اولیاء وشہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں بھی اور بعد وفات کے بھی بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برآری چاہتا ہوں، اس جیسے اور کلمات کے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد اسحاق دہلوی ثم المکی رحمۃ اللہ علیہ پھر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا۔ (المہند ص ۱۲)

اس فتویٰ پر منجملہ دیگر اکابر علماء دیوبند کے حضرات ذیل کی تصدیقات بھی ثبت ہیں :

(۱) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی دار العلوم دیوبند۔

(۴) حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت گنگوہی۔

(۵) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اس فتویٰ سے واضح ہے کہ دعا میں وسیلہ پکڑنے کے جواز پر دیوبندی

مکتب فکر کے تمام علماء اکابر کا اتفاق ہے۔ اب اس سے اختلاف کر کے علیحدہ راستہ اختیار کر لینا مسلک دیوبند سے انحراف اور وہابیوں کے طریقہ کو اپنا لینے کے مترادف ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں :

''وہابیہ ''توسل بالانبیاء والاولیاء'' کو بعد الوفات ممنوع قرار دیتے ہیں، یہ حضرت نہ صرف اس کو جائز بلکہ ''ارجی للاجابت'' اور مفید تر قرار دیتے ہیں، شجرات حضرات چشت رحمہم اللہ اور آداب زیارت وادعیہ مدینہ منورہ اس پر شاہد عدل ہیں''۔ (نقش حیات ج ا ص ۱۰۴)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

توسل بعد الوفات پر بعض لوگوں کا یہ شبہ کرنا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے :

اللهم اناكنانتوسل اليك بنبيك صلى الله عليه وسلم فسقينا وانانتوسل اليك بعم نبينافاسقنافيسقون۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۳۷)

اے اللہ! ہم تیری جناب میں آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑ کر دعا مانگا کرتے تھے تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم وسیلہ پکڑتے ہیں تیری جناب میں اپنے نبی کے چچا کا پس تو بارش نازل فرما، ان پر بارش نازل ہوتی تھی۔

اگر غور سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرکے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ سے قرابت حسیہ یا قرابت معنویہ رکھنے والے کے واسطے سے توسل کیا جائے اور یہ بتلانا بھی مقصود تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں :

ویستفاد من قصة العباس رضی الله تعالٰی عنه استحباب الاستشفاع باهل الخیر والصلاح واهل بیت النبوة۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اہل خیر وصلاح اور خاندان نبوت سے تعلق رکھنے والے حضرات سے استشفاع کرنا مستحب ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۴)

علامہ عینی حنفی نے ''عمدۃ القاری'' ج ۳ ص ۴۳۷ میں اور علامہ شوکانی نے ''نیل الاوطار'' ج ۴ ص ۸ میں بھی ارقام فرمایا ہے۔

ان ائمہ حدیث کی تصریح سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ کو نیک لوگوں اور اہل بیت نبوت سے وسیلہ پکڑنے کے ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اور ان ائمہ حدیث نے اس قصہ سے وفات کے بعد توسل کے عدم جواز پر استدلال نہیں کیا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز نکلا جبکہ اس کو نبی

سے کوئی تعلق ہو، قرابت حسیہ کا یا معنویہ کا تو توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی نکلی، اوراہل فہم نے کہا ہے کہ اس پر متنبہ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا نہ اس لیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفات کے بعد توسل جائز نہ تھا جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے''۔ (نشر الطیب ص ۳۵۵)

نیز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس قول سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ غیر انبیاء سے بھی توسل جائز ہے تو اس سے بعض کا سمجھنا کہ احیاء واموات کا حکم متفاوت ہے، بلادلیل ہے۔ اول تو آپ بنص حدیث قبر میں زندہ ہیں، دوسرے جو علت جواز کی ہے جب وہ مشترک ہے تو حکم کیوں مشترک نہ ہوگا''۔ (التکشف ص ۴۴۶)

لیکن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ائمہ حدیث اور اکابر دیوبند کی ان تصریحات کے برخلاف اس حدیث پر یہ لکھا ہے :

''تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی دعا سے توسل اگر وفات کے بعد بھی جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس اعلیٰ توسل کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا سے توسل نہ کرتے''۔ (جواہر القرآن ج ۲ ص ۶۳۴)

حالانکہ حسب تصریحات مذکورہ توسل بالنبی کی ایک صورت یہ بھی تھی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ توسل کرنا بھی توسل بالنبی ہی تھا اور دوسری حکمت اس میں یہ تھی کہ یہ ثابت ہوجائے کہ غیر نبی کے ساتھ بھی توسل جائز ہے۔

ایک اور شبہ اور اس کا ازالہ

مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر ''جواہر القرآن'' میں ''بحق فلاں'' دعا مانگنے کو مکروہ تحریمی لکھا ہے، ان کی عبارت یہ ہے :

''اسی طرح بحق فلاں دعا مانگنا بھی مکروہ تحریمی ہے چونکہ اللہ پر کسی کا کوئی حق نہیں''۔ (ج ۲ ص ۶۳۵)

اسی طرح بعض دوسرے علماء کو بھی ''ہدایہ'' کے قول یکرہ ان یقول فی دعائہ بحق فلاں اوبحق انبیائك لانہ لاحق للمخلوق علی الخالق (ص ۴۵۹) سے بحق فلاں دعا مانگنے کی کراہت کا شبہ ہوگیا ہے۔

اس کی وضاحت کے لیے علامہ علی قاری حنفی رحمہ اللہ کی عبارت ذیل پیش خدمت ہے :

قلت قدورد ایضاً اللھم انی اسئلك بحق السائلین علیك وبحق ممشای الیك فالمراد بالحق الحرمۃ اوالحق الذی وعدہ لمقتضی الرحمۃ۔ (شرح فقہ اکبر ص ۱۶۱، ۱۶۰ طبع کانپور)

میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آرہا ہے کہ اے پروردگار! میں تجھ سے ان لوگوں کے حق کی بدولت سوال کرتا ہوں جو تجھ سے سوال کرتے ہیں اور تیری طرف اپنے چلنے کے حق کی بدولت سوال کرتا ہوں۔ تو اس حق سے حرمت مراد ہے، یا وہ حق جو بحسب رحمت اس نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

بحق فلاں کی مزید تشریح

(۱) مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مکتوب

۳۸ جلد چہارم میں قابل ملاحظہ ہے ، اس کا خلاصہ مختصراً ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حضرت مدنی ؒ فرماتے ہیں حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ ''حق'' متعدد معنوں میں آتا ہے :

(۱) واجب عقلی، جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔

اس کے علاوہ لفظ ''حق'' کے سات معانی اور ذکر فرما کر فرماتے ہیں :

الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شراح حدیث عینی، قاری، عسقلانی وغیرہ اور قاموس، لسان العرب، مجمع البحار وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ معتزلہ چونکہ عدل اور اصلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً وجب قرار دیتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کرتے اس لیے یہ دعا کرنا اللھم انی اسئلك بحق فلاں یابحق الانبیاء والمرسلین اہل اعتزال کے عقائد کے موافق ہو گا۔ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو گا۔

قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور شور تھا، اس لیے فقہاء کرام نے سداًللذریعۃ منع فرمایا تھا، اب جبکہ وہ اور ان کے عقائد معدوم ہو گئے تو اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنیٰ کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں رہا، بلکہ دوسرے معانی ہی لیے جاتے ہیں اس لیے اس میں کوئی حرج نہ ہو گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ دعا میں بحق فلاں یا بحرمت فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور مستحسن ہے۔

اور ''ہدایہ'' کی عبارت میں حق بمعنیٰ واجب العقلی کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب دعا میں یہ کلمہ کہتے ہیں تو واجب عقلی مراد نہیں بلکہ ایسے معانی لیتے ہیں جس سے توسل سمجھا جاتا ہو جو کہ ارجیٰ للاجابت ہے۔ (مکتوبات ۱۳۵ تا ۱۴۰، ج ۴)

(۲) حضرت گنگوہی اسی طرح کے سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

''بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنیٰ یہ ہیں کہ جو تم نے اپنے احسان سے وعدہ فرمالیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں، مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ ''بحق فلاں'' کے یہی معنیٰ مراد رکھتے ہیں سو اس واسطے معنیٰ موہم اور مشابہ معتزلہ کے ہو گئے تھے، لہٰذا محققین نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے، تو بہتر ہے ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے مشابہ ہو جائے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴)

مطلب واضح ہے کہ صحیح عقیدہ کے ساتھ، یعنی حق سے وہ حق مراد ہے جو اللہ نے اپنے فضل سے اپنے ذمہ لیا ہے بحق فلاں کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے، بحق فلاں دعا مانگنا درست ہے۔

اور جن علماء کرام نے اس کو منع کیا تھا اس کی وجہ معتزلہ کے عقیدہ کی تائید کا شبہ تھا لیکن اب چونکہ یہ شبہ نہیں رہا اس لیے کراہت کا حکم بھی مرتفع

ہوگیا۔ اس لیے اکابر علماء کرام میں بحق فلاں کا استعمال بکثرت سے کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم شجرہ کے حوالہ سے اوپر گزرا ہے۔

(۳) اور شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بھی بوستان میں فرماتے ہیں ؎

خدایا بحق بنی فاطمہ   کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

(بوستان ص ۹)

(۴) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات میں حضرت شیخ سعدی ہی کے شعر کے ذریعہ توسل فرمایا ہے، فرماتے ہیں ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ   کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

اے اللہ! اولاد فاطمہ کے طفیل مجھے ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

(مکتوبات دفتر ۲ حصہ ۶ ص ۹۵ مکتوب ۳۶)

توسل بالدعاء

یعنی کسی شخص سے یہ درخواست کرنا کہ وہ اللہ تعالی سے اس کی حاجت برآری کے لیے دعا کرے، زندہ شخص کے ساتھ یہ توسل بالدعاء یعنی دعا کی درخواست کے جواز میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اس کا جواز حدیث شریف سے ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں خشک سالی اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت تکلیف کا سامنا ہوا تو ایک اعرابی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں حاضر ہو کر بارش کے لیے دعا کی درخواست کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی، لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ اپنے ہاتھ اٹھاکر دعا کی اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوا اور خوب بارش ہوئی ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۰)

البتہ اس میں اختلاف ہوا ہے کہ کسی وفات یافتہ شخص کے ساتھ اس قسم کا توسل جائز ہے یا نہیں۔ حضرات اکابر علماء دیوبند کے نزدیک قبر کے پاس یہ توسل بھی جائز ہے۔ خصوصاً آنحضرت ﷺ کے روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت شفاعت کی درخواست کرنے کی فقہاء نے تصریح فرمائی ہے۔

اور آداب زیارت مدینہ منورہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

:

''پھر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرے اور کہے یارسول اللہ اسئلك الشفاعة واتوسل بك الى الله فی ان اموت مسلماً علیٰ ملتك وسنتك'' (زبدۃ المناسک ص ۹۰)

اے اللہ کے رسول ! میں آپ سے شفاعت کی درخواست کرتا ہوں اور آپ کا وسیلہ اللہ کی طرف پکڑتا ہوں کہ اسلام کی حالت میں آپ کی ملت اور سنت پر میری موت آئے ۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اسی طرح فتاویٰ رشیدیہ میں استعانت کے تیسرے معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''تیسرے یہ کہ قبر کے پاس آکر کہے کہ اے فلاں ! تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے، مجوزین سماع موتی اس کے جواز کے قائل ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں، سو اس کا فیصلہ

اب کرنا محال ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اس وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہاء نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

اسی طرح علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے ''فتح القدیر'' شرح ہدایہ میں فرمایا ہے:

ثم یسئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یارسول اللہ اسئلك الشفاعۃ الخ۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۳۳۷)

''مراقی الفلاح'' شرح نور الایضاح میں آداب زیارت مدینہ میں عرض سلام کے بعد ان الفاظ کے کہنے کا ذکر کیا گیا ہے فاشفع لنا الی ربك واسئلہ ان یمیتنا علی سنتك الخ۔ (طحاوی ص ۴۴۹)

عالمگیریہ میں ہے: ویبلغہ سلام من اوصاہ فیقول السلام علیك یارسول اللہ من فلان ابن فلان یستشفع بك الی ربك فاشفع لہ ولجمیع المسلمین۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۲۶۶)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کی ایسی تصریحات کے باوجود مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر ''جواہر القرآن'' میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے طلب شفاعت کو ناجائز لکھ دیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے:

''اب آپ کی قبر سے استمداد و استشفاع جائز نہیں''۔ (ج ۱ ص ۲۲۷)

الغرض توسل بالدعاء کی یہ صورت کہ قبر کے پاس دعا کی درخواست کی

جائے حسب تصریح حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ درست ہے اور فقہاء کی عبارتیں اس کی تائید میں اوپر ذکر کردی گئی ہیں البتہ وسیلہ کی یہ صورت کہ صاحب قبر سے اپنی حاجت برآری کی درخواست کرے یہ حرام اور ناجائز ہے، جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے استعانت و توسل کے معنیٰ لکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے :

''دوسرے یہ کہ صاحب قبر سے کہے کہ تم میرا یہ کام کردو یہ شرک ہے، خواہ قبر کے پاس کہے خواہ قبر سے دور کہے''۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲)

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ توسل بالمخلوق کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''توسل بالمخلوق کی تین قسمیں ہیں۔ ایک مخلوق سے دعا کرنا اور اس سے التجا کرنا جیسا کہ مشرکین کا طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے''۔ (بوادر ص ۷۰۶)

خلاصہ یہ کہ جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک دعا میں نیک لوگوں کا وسیلہ جائز ہے ان کی زندگی میں بھی اور انکی وفات کے بعد بھی اور دعا کرانا بھی درست ہے۔ حضرات اکابر علماء دیو بند کا یہی مسلک ہے جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے واضح ہو رہا ہے، مگر مولانا غلام اللہ خان صاحب وغیرہ بعض علماء نے دوسرے اور مسائل (حیات الانبیاء فی القبور، انبیاء علیہم السلام کی نیند سے وضو نہ ٹوٹنا، انبیاء علیہم السلام کا قبور میں سننا، امت کے اعمال کا پیش ہونا) کی طرح مسئلہ وسیلہ میں بھی علماء دیو بند کے مسلک سے اپنی الگ راہ اختیار کرلی ہے، ان کے ایسے شذوذ اور تفردات کی تفصیلات کے لیے احقر کی کتاب ''ہدایۃ الحیران'' جس

میں ''جواہرالقرآن'' کے تفردات کی نشان دہی کی گئی ہے کامطالعہ مفید ہے، ان لوگوں کے ان تفردات نے جماعت دیوبند کو مسلکی طور پر بہت بڑا نقصان پہنچایاہے ،اور جماعت کی متحدہ طاقت کوپارہ پارہ کرکے رکھ دیاہے، اگر یہ لوگ حضرات اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات پر عدم اعتماد اور روگردانی کرکے اپنی راہ علیحدہ اختیار نہ کرتے توجماعت میں اختلاف وانتشار کابازارگرم نہ ہوتا، ملک میں جماعت دیوبند کی بڑی قوت اور طاقت محسوس کی جاتی ۔

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمہور اہل سنت والجماعت کے مسلک سے وابستہ رکھے ،آمین ۔وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمدوعلی آلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین ۔

سید عبدالشکور ترمذی

مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھا

۴؍رجب المرجب ۱۴۰۰ھ